سر زمین پاک و ہند کا مایۂ ناز محدث

صاحب کنز العمال

محمد صغیر حسن معصومی

شیخ علی المتقی الهندی القادری الشاذلی المکی المدنی الچشتی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان ھندوستان و پاکستان کے ایک بڑے مایۂناز فرزند ھیں جن کا نام حدیث کے مشہور مجموعہ کنز العمال کی نسبت سے ھمیشہ روشن رھے گا۔ آپ برھان پور میں سنه ۸۸۵ھ/ ۱۴۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آبا و اجداد جونپور کے رھنے والے تھے، جو ازمنۂ وسطی کے مشہور علمی مرکزوں میں سے ایک مرکز شمار ھوتا ھے۔

ابھی عالم طفولیت تھا کہ شیخ علی کو ان کے والد ماجد نے شاہ باجن برھانپوری کے حلقۂ ارادت میں داخل کردیا۔ تاکہ ان کی ظاھری تربیت کے ساتھ روحانی تربیت بھی ھوجائے۔ قضا کار جلد ھی ان کے والد کا انتقال ھوگیا اور عام بچوں کی طرح شیخ علی بھی لھو و لعب کے شکار ھوگئے۔

بڑے ھوکر شیخ نے مانڈو کے حاکم کے یہاں ملازمت کرلی، اور کچھ جائداد حاصل کرنے میں کامیاب ھوگئے۔ ان ھی ایام میں انھیں اشتیاق ھوا کہ شیخ عبدالحکیم بن شاہ بہاؤ الدین باجن کے مرید ھو جائیں۔ایک عرصے کی ریاضت و محنت کے بعد شیخ کی طرف سے چشتیہ سلسلے میں خرقۂ خلافت سے نوازے گئے۔

شیخ علی المتقی کی زندگی تقوی و طہارت اور عبادت و ریاضت میں گذری۔ نہایت عسرت کی زندگی گذارتے تھے۔ زمانہ طالب علمی میں ملتان کا سفر کیا

تاکہ شیخ حسام الدین المتقی کی صحبت سے استفادہ کریں اور علوم کی تکمیل کریں۔ شیخ حسام الدین بڑے صوفی، مردم شناس عالم تھے شیخ علی کو بڑے التفات و احترام کے ساتھ رکھا اور ظاھری علوم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی باطنی تربیت بھی کرنے لگے۔ شیخ دوسال تک دیگر درسیات کے ساتھ تفسیر بیضاوی اور کتاب عین العلم کا مطالعہ کرتے رہے۔ اس کے بعد حجاز کا سفر حج کی ادائیگی کی غرض سے اختیار کیا۔

ملتان کے زمانۂ قیام میں شیخ علی مراقبے اور ریاضت کی طرف زیادہ متوجہ رہے اور بہت زیادہ تنہائی پسند تھے۔ ان کے عادات و اطوار سے لوگ ان کی بیحد تعظیم کرتے تھے۔ خود ان کے استاد شیخ حسام ان کی کتابیں اپنے سر پر لئے ان کے حجرے تک جانے اور دروازہ میں داخل ہونے سے پہلے بآواز بلند فرماتے: ''حسام الدین حاضر ہے کیا کہتے ھیں''۔ یہ الفاظ دو یا تین بار فرماتے، دروازہ کھلتا تو کمرے میں داخل ہوتے اور تفسیر پر گفتگو ہوتی۔ جب تک شیخ علی چاھتے علمی باتیں جاری رھتیں پھر مجلس برخاست ھو جاتی۔ اگر دروازہ نہ کھلتا تو استاد دروازہ بند پاکر واپس چلے جاتے۔

ملتان میں جب تک شیخ علی مقیم رہے ملتان کے مضافات میں بزرگوں کی قبروں کی زیارت کرتے رھتے، صوفیاء کے مقابر پر مراقبے کرتے اور آس پاس کے مقامات کی سیر کے بعد عبادت و ریاضت میں وقت گذارتے۔ دوسروں سے اپنے کام بہت کم کراتے اور اللہ تعالی کے سوا کسی سے مدد چاھنے کو بے حد ناپسند کرتے تھے۔ اور جو کام خود کر سکتے کبھی کسی دوسرے کے حوالے نہ کرتے۔

ملتان سے شیخ علی متقی گجرات تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں گجرات کے فرمانروا سلطان بہادر شاہ گجراتی (۹۳۲-۹۴۳/ ۱۵۲۶-۱۵۳۷) تھے، شیخ کی آمد کا غلغلہ سن کر سلطان نے شیخ کی زیارت کی خواھش ظاھر کی

اکہ خدمت میں حاضر ہوکر شیخ کی خوشنودی حاصل کرے۔ شیخ نے
لطان کی استدعا قبول نہ کی۔ شیخ ان ایام میں اپنے کمرے میں عبادات و
یگر معمولات میں مشغول رہتے اور کسی کو مخل ہونے کی اجازت نہ دیتے،
رگ صرف ایک جھلک دیکھنے کو دور دراز مقامات سے آتے رہتے تھے۔

اس عرصے میں قاضی عبداللہ سندھی جو اپنے علم اور زہد و اتقا کے لئے
شہور تھے کسی خاص وجہ سے اپنے سارے اهل و عیال اور کچھ اقارب کے
اتھ سندھ کو خیرباد کہہ کر مدینہ منورہ میں اقامت پذیر ہونے کے خیال
ے گجرات پہنچے، عرب کے لئے سفر کرنے سے پہلے ان کو کچھ دلوں گجرات
یں قیام کرنا پڑا۔ شیخ علی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ اور چند ہی
نوں میں بہت بے تکلف ہوگئے۔ سلطان بہادر شاہ کے اشتیاق کو دیکھتے ہوئے
اضی صاحب نے همت کی اور ان کی سفارش میں رطب اللسان رہے اور عرض کی
کہ مہربانی فرمائیے اور ان کو زیارت کی اجازت دیجئے۔ اگر آپ ان سے گفتگو
کرنا پسند نہیں فرماتے تو هم لوگ سلطان کو اپنی باتوں میں مشغول رکھیں
گے اور انشاءاللہ ان کو خوش خوش واپس رخصت کریں گے،،۔ شیخ نے جواب
یا : ''میں کیونکر برداشت کرسکتا ہوں کہ وہ میرے سامنے غیر شرعی لباس
یں ملبوس آئیں، یہ کیونکر ممکن ہے کہ انہیں دیکھ کر خیر کے اپنانے
ور شر سے بچنے کی تلقین نہ کروں۔،، قاضی صاحب نے سلطان کے بے حد
شتیاق کا قصہ بیان کیا اور کسی طرح ایک بار زیارت کی اجازت حاصل کرلی،
اتھ ہی عرض پرداز ہوئے کہ شاہی خدام حدود کے پابند ہیں اور جو کچھ
بانتے ہیں وہی خدمت میں گذارش کرسکتے ہیں۔ سلطان بہادر شاہ قاضی
احب کی کوششوں سے شیخ کی زیارت سے مشرف اور شیخ کی نصیحتوں سے
ہرہ اندوز ہوئے، دوسرے دن سلطان نے ایک کرور گجراتی سکہ بہ طور نذر
یش کیا شیخ نے ساری رقم قاضی عبداللہ کے حوالے کردی جن کی کوشش
سے ملاقات کا انتظام ہوا تھا۔ اور اپنے تصرف میں ایک حبہ بھی نہ لائے۔

حجاز میں شیخ علی متقی مشہور زمانۂ شیخ ابوالحسن البکری کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے اور جلد ہی اپنے استاد کے مصاحب بن گئے۔ دوسرے مشہور علماء سے بھی فیض حاصل کیا اور سلسلۂ قادریہ شاذلیہ کے مشہور بزرگ شیخ محمد بن محمد بن محمد سخاوی سے خرقۂ خلافت بھی حاصل کیا، مدینی سلسلہ کی خلافت سے بھی سرفراز ہوئے، یہ سلسلہ شیخ ابو مدین شعیب المغربی کے اسم گرامی کی طرف منسوب ہے۔ تکمیل علم و حصول خلافت کے بعد آپ مکہ معظمہ میں مقیم ہوگئے اور درس دینے لگے۔ اور اپنے زھد و ریاضت سے سارے عالم کے لوگوں کو فیض پہنچانے میں مشغول رہے۔

خود نوشت سوانح عمری : اخبار الاخیار کے مؤلف شیخ عبدالحق محدث دھلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ نے شیخ علی کی خود نوشت سوانح کا ذکر کیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جس دن ان کا وصال ھوا شیخ نے حسب ذیل وصیت لکھوائی :

''بسم‌اللہ الرحمن الرحیم و الصلوۃ و السلام علی سیدنا محمد وآلہ و اصحابہ اجمعین یہ وصیت ہے مفتقر الی اللہ علی بن حسام الدین معروف بہ المتقی کی، انھوں نے یہ وصیت اس دن کی جس دن وہ اس دلیا سے رحلت کرکے عالم آخرت میں داخل ھورہے تھے کہ یہ عاجز و مسکین اپنے والد، اللہ ان سے راضی رہے، کی رضا سے بچپن میں شیخ باجن کا مرید ھوا، چونکہ شیخ سماع، ظاھری، صفائی، جذب و حال کے شیدائی تھے، میں جب سن شعور کو پہنچا اور مجھ میں حق و باطل کی تمیز پیدا ھوئی تو شک و تذبذب کا شکار ھوا بعد میں جب مطمئن ھوا تو میں نے انھی کو اپنا شیخ اختیار کیا۔ یہ اس وجہ سے کہ لوگ کہتے ھیں کہ جو لڑکا بچپن میں مرید بنا یا جاتا ہے جب وہ سن شعور کو پہنچتا ہے تو اس کو یہ حق حاصل ھوتا ہے کہ اپنے کو اس شیخ سے وابستہ رکھے یا کسی دوسرے شیخ کو اختیار کرے۔ جب میرے والد اور شیخ دونوں اللہ کو پیارے ھوگئے، اللہ راضی رہے ان سے، تو میں نے سلسلۂ چشتیہ میں شیخ عبد الحکیم بن شیخ باجن سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ میں چاھتا تھا کہ ایک

شیخ کے زیرتربیت صراط مستقیم اور راہ ہدایت پر چلتا رہوں۔ بنابریں میں
نے ملتان کا سفر کیا اور شیخ حسام الدین المتقی کی صحبت میں دوسال تک
رہا۔ پھر میں نے حرمین شریفین کا سفر کیا اور شیخ ابوالحسن البکری رح کی
صحبت کی سعادت حاصل کی۔ بعد ازاں قادری شاذلی اور مدینی سلسلوں میں
شیخ محمد بن محمد بن محمد السخاوی نے خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا،،۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ علی متقی نے اپنی موت سے پہلے کاغذ کے
ٹکڑے پر کچھ لکھا اور ایک شاگرد کے حوالے کردیا۔ وصال کے بعد
یہ ٹکڑا پڑھا گیا تو اس میں لکھا تھا:

"اعلموا اخوانی! رحمکم اللہ انہ کان عندنا امانۃ من ھذا الشان فا دینا
بامراللہ الی اھلھا، فھم من فھم و السلام،،۔

میرے بھائیو! اللہ تعالی تم پر رحم فرمائے تمھیں معلوم ہو ھمارے پاس
شان کی ایک امانت تھی ھم نے اللہ تعالی کے حکم سے اس امانت کے
ستحقین کو ادا کردیا جو لوگ فہم رکھتے ھیں وہ سمجھ جائیں گے۔ والسلام،،۔

شیخ علی المتقی کا رتبہ علماء و صوفیا میں بہت ممتاز ھے۔ اسلامی علوم
بڑی مہارت رکھتے تھے اور اپنے معاصرین علماء میں علم حدیث میں
سے زیادہ فضیلت رکھتے تھے۔ اس کی شہادت میں ان کی تالیف کنز
مال کا نام پیش کرنا کافی ھے۔ حدیث کے اس دایرۃ المعارف میں علامہ
ل الدین سیوطی کے دونوں مجموعوں، الجامع الصغیر اور جمع الجوامع کو
میں پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے اقوال وافعال طیبہ جمع
دئے گئے ھیں ناقدانہ طور پر علمی حیثیت سے مرتب کیا گیا ھے۔ شیخ نے
تحقیق کے بعد ساری حدیثوں کو فقہی ابواب کے مطابق ترتیب دیا ھے۔
ر احادیث کو حذف کرنے کے بعد قولی اور فعلی احادیث کو نہایت عمدگی
علحدہ علحدہ منظم کیا ھے۔ ان کے کارنامے کے متعلق ھر دور کے علماء

رطب اللسان رہے ہیں، خود ان کے استاد شیخ ابو الحسن البکری نے اپنے شاگرد کے اس کام کو سراہا اور ارشاد فرمایا :

السیوطی منة علی العالمین و المتقی منة علیه "۔ سیوطی کا احسان سارے عالم پر ہے اور متقی کا احسان سیوطی پر"۔ کیونکہ شیخ متقی نے سیوطی کے دونوں مجموعہ حدیث کو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کر دیا۔

شیخ ابن حجر المکی الہیثمی جو اپنے زمانے میں سرخیل علماء و فقہا تھے اور جن سے شیخ علی نے علوم اسلامیہ حاصل کیا جب بھی کسی حدیث کے سمجھنے میں انھیں کوئی اشکال پیش آتا اپنے شاگرد کے کارنامے کو دیکھتے اور باب و فصل کی تعیین کی وجہ سے جس کے ماتحت وہ حدیث ذکر کی گئی ہے مفہوم واضح طور پر سمجھ لیتے اور ان کا اشکال جاتا رہتا۔ صرف یہی نہیں بلکہ شیخ ابن حجر خود کو شیخ علی متقی کا شاگرد سمجھتے اور آخر میں انھوں نے خود اپنے شاگرد سے خرقۂ خلافت بھی حاصل کیا۔

اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ خود اساتذہ شیخ علی متقی کی بڑی عزت کرتے تھے اور شیخ کی عظمت اساتذہ کے دلوں میں جاگزیں تھی۔ چنانچہ ان کے استاد شیخ حسام الدین المتقی جن کی نسبت سے المتقی مشہور ہوئے ان کی کتابیں لے کر ادب کے ساتھ خود ان کے کمرے میں جاتے، باجازت داخل ہوتے اور جب تک شیخ چاہتے تفسیر بیضاوی کا درس جاری رہتا۔

شیخ علمی کمالات کے ساتھ روحانی مدارج کے اعلی رتبے پر فائز تھے اور یگانۂ روزگار سمجھے جاتے تھے۔ ان کی صوفیانہ کاوشیں اتباع سنت کے التزام پر مرکوز تھیں اور اقوال نبوی سے سر موانحراف کو سخت گناہ سمجھتے تھے۔ اپنی باتوں اور اپنے افعال میں آپ ہمیشہ سرکار دوعالم۔ صلعم کے اسوۂ حسنہ کو پیش رکھتے تھے۔

شیخ کا طریقۂ تعلیم : تعلیم و تدریس میں شیخ علی متقی نے اپنے استاد

یخ کا طریقہ اختیار کیا۔ وہ خود بیان کرتے ھیں : "ھمارے شیخ کا طریقہ
علیم و تربیت میں یہ رہا ھے کہ اپنے شاگردوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے
ھے اور اپنی روحانی طاقت سے ہر وقت ان کی رھنمائی اس طرح کرتے تھے کہ
ود شاگردوں کو یہ معلوم نہیں ھوتا تھا کہ ان کی نگرانی کی جارھی ھے۔
س طرح وہ سب کے سب سیدھی راہ پر گامزن رھتے تھے اور کچھ ھی دنوں میں
الب کو خود احساس ھونے لگتا کہ وہ پہلے جن مدارج پر تھا ان سے مختلف
الات و مدارج سے گذر رھا ھے۔

شیخ عبدالحق محدث دھلوی نے اپنے شیخ (شیخ عبدالوھاب المتقی) سے
ہ سب کچھ بیان کیا ھے جس کو انھوں نے اپنے شیخ کے متعلق تحریر میں
بط کیا۔ شیخ عبدالوھاب شیخ علی متقی کے نہایت چہیتے مرید و شاگرد تھے۔
یخ عبدالوھاب کا بیان ھے کہ شیخ کے ساتھ دوسال کا عرصہ گذارنے کے بعد
ہ احساس ھوا کہ شیخ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی ھے۔ حالانکہ
ب و روز وہ اپنے شیخ کی خدمت میں منہمک رھتے تھے۔ یہ احساس اس وجہ
ے ھوا کہ شیخ نے انھیں کسی خاص ریاضت و محنت کی ھدایت کبھی نہیں
ی اور اگر کوئی حکم ملا تھا تو وہ یہ تھا کہ ان کی پسندیدہ کتابوں کو نقل
کردیں اور پھر ان کو ان کی اصل سے مقابلہ کرکے تصحیح کردیں، جلد ھی
نہیں ادراک ھوا اور سخت متعجب ھوئے کہ وہ ھمیشہ شیخ کی توجہ کے
رکز بنے رھے اور شیخ برابر اس سعی میں تھے کہ روحانی ترقی حاصل
کرتے چلے جائیں۔ چنانچہ دوسال کے بعد یہ ان پر واضح ھوگیا کہ اب وہ اس
رجہ پر فایز ھیں جہاں پہلے کبھی نہیں پہنچے تھے۔"

شیخ عبدالوھاب مزید فرماتے ھیں : ارادت مندوں کی تعلیم و تربیت
کے لئے مشائخ دو طریقے استعمال کرتے ھیں : ایک طریقہ تربیت کا یہ ھے کہ
جس منزل میں مرید کو پاتے ھیں وھاں سے شروع کرتے ھیں اور اعلی مدارج
ر پہنچانے کی سعی کرتے ھیں، اپنی توجہ سے انھیں صحیح راستے پر آگے

پڑھنے میں مدد دیتے ھیں، ابتدائی عہد میں یہ نہایت سخت کام ھوتا ہے البتہ ان کی توجہ سے اس میں سہولت پیدا ھوتی جاتی ہے۔ دوسرا طریقہ جو سہل تر ہے وہ یہ ہے کہ مریدوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے ھیں اور روحانی طریقے سے ان کی نگرانی کرتے ھیں، آھستہ آھستہ ان میں لورالیت پیدا کرتے ھیں جس کی تیزی کو بتدریج بڑھاتے ھیں۔

شیخ عبدالوھاب المتقی کے بیان کے مطابق شیخ علی اپنا بیشتر وقت درس و تدریس میں گذارتے۔ لوگوں کی علمی استعداد کو بڑھاتے، ان کو کتابیں عطا کرتے اور اسباب نوشت و خواند مہیا کرتے۔ عرب میں جو کتابیں کمیاب تھیں ان کے ایک سے زیادہ نسخے تیار کراتے اور طالب علموں میں تقسیم کرتے۔ طلباء کی جماعتوں کو آپس میں علمی بحث و تکرار میں مشغول رکھتے۔ نوجوانوں کے دلائل سنتے اور خود کم بولتے۔ صرف ایسے مواقع پر جہاں وضاحت ضروری سمجھتے، گفتگو فرماتے۔ اگر کوئی شخص بلا حجت و شہادت غیر معقول طریقے سے بحث کرتا تو بھی سنتے رھتے اور کچھ نہ کہتے۔ کتابوں کے مشکل مقامات میں بھی یہی طریقہ اختیار کرتے اور چاھتے کہ مشکل مضمونوں کی وضاحت طلبا خود سے کریں، جہاں ان کی رھنمائی ضروری ھوتی، صرف وھیں اپنی زبان کھولتے۔ اسی طرح سے تصوف کی مشکل اصطلاحات اور ادق کتابوں کے مضامین بھی ان کے ذھن نشین کرنے کی سعی فرماتے۔

اخلاق و عادات : شیخ علی اکثر و بیشتر شوربا خود پکالیتے اور جسم و روح دونوں کی بالیدگی کا انتظام رکھتے۔

اپنے شیخ عبدالوھاب المتقی سے ایک بار شیخ عبدالحق محدث دھلوی نے پوچھا کہ آپ کے شیخ پیری میں کس قدر نوافل پڑھا کرتے تھے۔ شیخ نے جواب دیا کہ اپنی جوانی میں نوافل کثرت سے ادا کرتے، بڑھاپے میں ان کا

معمول تھا کہ روحانی ریاضت، علوم اسلامیہ کے مطالعے اور مذھبی مضامین پر کتابیں لکھنے میں مشغول رھتے۔

شیخ علی متقی اپنی روزی عام طور پر کتابوں کی نقول تیار کرکے کماتے۔ بیواؤں کی مدد کی خاطر روپے قرض لیتے اور جلد سے جلد سنت نبوی کے مطابق کچھ مزید رقم کے ساتھ واپس ادا کرتے۔ غیر شادی شدہ اور عمر رسیدہ عورتوں اور مردوں کی شادی کے انتظام میں مدد دیتے اور ایسے مواقع پر جشن مناتے اور کھانے پینے پر خرچ کرنے کے بجائے ساری رقمیں غریبوں اور ناداروں کو بانٹ دیتے۔

جس زمانے میں آپ مکہ معظمہ میں مقیم تھے دو مغربی باپ بیٹے بڑے زاھد مرتاض شہر میں وارد ھوئے۔ وہ مذھبی اشغال میں ھمہ وقت مصروف رھتے تھے۔ بیٹا دس دنوں کے متواتر روزے کے بعد افطار کرتا اور باپ تین چار یا پانچ دنوں کے بعد، ان دونوں کی آمد کی خبر سے شیخ کو ان کی ملاقات کا اشتیاق ھوا، لیکن کم‌خوری اور مختلف ریاضتوں سے اتنے کمزور ھو گئے تھے نہ ان میں چلنے کی سکت نہ رھی تھی، اس لئے آپ نے خواھش ظاھر کی کہ اگر کوئی شخص انھیں اٹھا کر لے جائے تو ان نوواردوں سے ملاقات کرنا پسند کریں گے۔ شیخ کے شاگرد عبدالوھاب اور دوسرے لوگ انھیں دنوں مغربیوں کے پاس اٹھا کر لے گئے، شیخ نے اپنی کتاب حکم کبیر کا ایک نسخہ ساتھ لے لیا۔ ان نوواردوں نے اس حقیقت کو دریافت کرلیا کہ شیخ اور ان کے شاگرد شہر کے سربر آوردہ لوگ ھیں، اور ملاقات کے لئے ان کی آمد ان دونوں کی شہرت اور مقبولیت کے لئے مضر ثابت ھوسکتی ھے۔ بنابریں انھوں نے ان زائرین کی طرف توجہ کرنے میں غفلت سے کام لیا۔ شیخ نے اپنے ھمراھیوں سے کہا کہ وہ صرف ان کے اخلاص اور محبت کو دیکھنا چاھتے ھیں۔ پھر شیخ نے فرمایا: اس کتاب میں مشائخ کرام کے کچھ ملفوظات اور کچھ غزلیات جمع کئے گئے ھیں ھم چاھتے ھیں آپ کو کچھ حصہ پڑھ کر سنائیں۔ حسب ارشاد

شیخ عبدالوهاب نے کچھ قطعات پڑھ کر سنائے جن کو سن کر دونوں مہمانوں کو بڑی خوشی ہوئی اور بدگمانی سے دونوں آزاد ہوگئے۔ رفتہ رفتہ یہ لوگ ایسے گرویدہ ہوئے کہ شیخ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ کی موجودگی میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک ویرانے میں جب پانی کی تلاش جاری تھی ناگاہ ایک کنواں نظر آیا مگر پانی نکالنے کے لئے کوئی چیز میسر نہ تھی۔ قضاکار کنویں کا پانی کنارے تک ابل آیا اور سب نے شیخ سمیت سیر ہوکر پانی پیا۔

ایک بار بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ نے کہا ''جو کچھ مباح اور قانون کے مطابق کسب کیا جاتا ہے وہ نہ برباد ہوتا ہے نہ گم ہوتا ہے پھر اپنا تجربہ بیان فرمایا، کہ حجاز کے سفر میں جب ہم سمندر سے گذر رہے تھے سخت طوفان آیا اور کشتی ڈوب گئی۔ شیخ اور ان کے چند ساتھیوں کو خدا کی رحمت سے لکڑی کا ایک ٹکڑا ہاتھ آگیا اور اس کے سہارے وہ خدا خدا کرکے ساحل تک چند دنوں کی کشمکش کے بعد پہنچ گئے۔ چند کتابیں جن کو آپ نے ساتھ لے لیا تھا وہ بھیگ گئیں۔ کنارے پہنچ کر چونکہ اتنی سکت باقی نہ رہی تھی کہ ان کا بوجھ برداشت کرتے ایک میدان میں دفن کردیا اور کچھ نشانی چھوڑ کر آگے بڑھ گئے اور کسی نہ کسی طرح مکہ معظمہ تک پہنچ گئے۔ راستے میں ان کے ساتھی پیاس سے سخت نڈھال ہوگئے۔ ریگستان میں پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ کچھ ساتھیوں نے آپ سے اصرار کیا کہ اللہ سے دعا کریں کہ پیاس بجھے۔ شیخ نے کوئی چارہ نہ دیکھ کر دعا کی۔ کچھ دیر کے بعد بارش شروع ہوئی اور سب نے جی بھر کر پانی پیا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر انھوں نے عمرہ ادا کیا۔ جب شیخ صفا و مروہ کے درمیان سعی میں مصروف تھے چند بدویوں کو دیکھا کہ اپنے سروں پر کچھ کتابیں لئے آرہے ہیں۔ وہ لوگ سیدھے شیخ کے پاس آئے اور کہا کہ اگر وہ چاہیں

نو ان کتابوں کو خرید سکتے ہیں ۔ جب بنڈل کھولا گیا تو دیکھا کہ یہ وہی کتابیں ہیں جن کو دفن کرائے تھے ۔ قیمت ادا کرکے شیخ ان کو اپنے مسکن پر لے آئے ۔ یہ کتابیں اب خشک ہو چکی تھیں مگر اوراق ایک دوسرے سے چپک گئے تھے ۔ شیخ نے ان کو پانی میں ڈبویا ۔ اوراق الگ کئے اور پھر خشک ہونے کے لئے دھوپ میں ڈالدیا ۔ حروف صاف باقی رہے تھے اس لئے ساری کتابیں پڑھنے کے لائق تھیں اور کوئی حصہ ضائع نہیں گیا ۔

شیخ علی المتقی کی سوانح عمری میں شیخ عبدالوہاب المتقی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا عنوان ہے ''اتحاف التقی فی فضل الشیخ علی المتقی،، ۔ اس رسالے کے مطابق شیخ کا وصال دوسری جمادی الاولی سنہ ۹۷۵ ھجری مطابق ۶ اکتوبر ۱۵۶۷ء کو ہوا ۔ اس رسالہ میں یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سنہ ۹۷۳ مطابق سنہ ۶۶-۱۵۶۵ء میں جب شیخ نہایت تندرست مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے یہ خبر اڑی کہ آپ اللہ کو پیارے ہوگئے ۔ خبر سنتے ہی ان کے شاگرد اور مریدین، معتقدین اور احباب آپ کی قیام گاہ پر جمع ہوگئے اور آپ کو صحیح و تندرست دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے ۔ آپ مسکرائے، بیعت تازہ کی ۔ اور ایک مختصر تقریر کے بعد سب کی نجات اخروی کی دعا کی ۔ آپ نے خاص طور پر شیخ عبدالوہاب کو وصیت فرمائی کہ ان کی قبر کے پاس قرآن پاک کی تلاوت کریں اور اپنے کو ذکر میں مشغول رکھیں ۔

شیخ عبدالحق محدث دھلوی نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں آپ کے دو خطوط نقل کئے ہیں جن کے مخاطب اجنہ کے دو گروہ تھے ۔ جو شیخ سے ان کی وفات سے دو ماہ پیشتر طالب ہدایت و نصیحت ہوئے تھے ۔ ان خطوط کا مضمون یہ ہے ۔

(۱) بسم‌اللہ الرحمن الرحیم ! ساری تعریفیں اللہ کو سزاوار ہیں اور صلوۃ وسلام حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر، کمترین بندگان خدا علی بن

حسام الدین المعروف بالمتقی کی جانب سے جنوں کے سردار کے نام سلام ان لوگوں پر جو رشد و ہدایت پر ہیں ۔ آپ بےشک ہمارے سامنے ظاہر ہوئے مگر کچھ نہ بولے گویائی کے بعد ہی معلوم ہوسکتا تھا کہ آپ لوگ کیا چاہتے تھے ۔ اگر اپنا مطلب واضح کرنا چاہیں تو ہمارے ایک مرید عبدالوہاب سے بیان کر سکتے ہیں ۔ وہ آپ کی مدد کریں گے ۔ اے پروردگار ہمیں راہ حق دکھا اور اس پر چلنے کی ہمیں توفیق عنایت کر ۔ اور باطل کو باطل ظاہر کر اور ہمیں اس سے بچنے کی توفیق بخش ۔ کاغذ کا یہ ٹکڑا اس کھمبے سے بندھا ہے جس پر میں ٹیک لگایا کرتا ہوں ۔ والسلام علیکم،، ۔

(۲) ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جنھوں نے جن و انس کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ اللہ کی عبادت کریں ۔ اللہ تم لوگوں پر رحم و کرم فرمائے ۔ تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالی نے تم لوگوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ تم اس کی معرفت حاصل کرو ۔ علماء عقلاء اور حکماء سب اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالی کی معرفت علم، عقل اور حکمت ہی سے حاصل ہوسکتی ہے ۔ جو لوگ نوع انسان سے ملنے کو ترجیح نہیں دیتے ان کے لئے اللہ کی معرفت ممکن نہیں ۔ اسی طرح جو خیر و شر میں تمیز نہیں کرتے اور نفع و نقصان کے امتیاز کو نہیں سمجھتے انہیں اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی ۔ تمھیں کوشش کرنا چاہئے اللہ تم پر مہربان ہو کہ لوگوں سے مل سکو، تم اللہ کی معرفت حاصل کرو، خود بھی ہدایت پر رہو، اور دوسروں کو بھی معرفت خداوندی سے روشناس کرو اور راهنمائی و ہدایت کے سبب بنو ۔ میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تمھیں خبردار کردوں کہ میں نے اپنا فریضہ ادا کردیا اور نصیحت کردی، ہر ایک کو آزاد ہونا چاہئے کہ جو پسند کرے کہے ۔

وصال سے تقریبا چار ماہ پہلے شیخ نے اپنے خاص شاگرد (شیخ عبدالوہاب)

سے فرمائش کی کہ فلاں شاعر کا خاص شعر پڑھ کر سنائیں، غزل کی تعین نہیں کی، شاگرد نے ان کا مطلب سمجھ لیا اور شعر پڑھ کر سنایا :

هرگز نیامد در نظر نقشی زرویت خوبتر
شمسی ندانم یا قمر حوری ندا نم یا پری

''تیرے چہرے سے زیادہ بہتر کبھی کوئی چہرہ نہیں دیکھا۔ معلوم نہیں کہ تو آفتاب ہے یا ماہتاب، حور ہے یا پری ہے،، شیخ کو بڑی مسرت حاصل ہوئی اور دوبارہ پڑھنے کی فرمایش کی۔ شیخ اپنے باطنی حال میں وجد میں رہے یہاں تک کہ باورچی نے اطلاع دی کہ کھانا تیار ہے۔ شیخ نے اس سے فرمایا کہ کھانے کو اتنا گلاؤ کہ سارے اجزا اس طرح ایک ہوکر مل جائیں جیسے کوئی (شاعر) کہتا ہے :

سن سہیلی پریم کی باتا یوں مل رہیو جیوں دودھ نباتا

شیخ پر عجیب کیفیت طاری رہی، رات بھر وجد میں رہے اور شیخ عبدالوھاب برابر آپ کی دیکھ بھال کرتے رہے۔

مکہ کے مشہور مورخ عبدالقادر بن احمد الفا کہی نے آپ کے مناقب میں ایک رسالہ بعنوان ''القول النقی فی مناقب المتقی،، لکھا ہے جس میں انھوں نے شیخ کے حالات رقم کئے ہیں اور ان کے مکاشفوں اور باطنی تجربات اور ریاضتوں کی وضاحت کی ہے۔

شیخ نجم الدین الغزی کا بیان ہے کہ شیخ حرم شریف کے قریب ایک جھونپڑی میں اپنے چالیس شاگردوں کے ساتھ رہتے تھے۔ ہر ایک کے لئے الگ الگ زاویہ تھا۔ صرف حرم شریف میں نماز ادا کرنے کو نکلتے اور پھر واپس اپنے اپنے حلقے میں چلے جاتے، شیخ کی اجازت پہلے سے حاصل کئے بغیر کوئی کسی سے نہیں ملتا تھا۔

سلطان محمود والی گجرات کی ملازمت : حجاز کے سفر سے پہلے جب آپ

کو گجرات میں کچھ دنوں قیام کرنا پڑا تو آپ کو خیال ہوا کہ اگر اس دیندار بادشاہ کے عہد میں لوگوں کی خدمت کی جائے تو خلق خدا کا فائدہ ہوجائے۔ لوگوں کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہوکر اپنے لئے قاضی کا عہدہ تجویز کیا اور تجربہ کرنا چاہا کہ عملی طور پر ان سے یہ خدمت ادا بھی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ سلطان محمود سوم والی گجرات کو جب شیخ کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو عقیدت مندی کی وجہ سے آپ کو بارگاہ عدالت کا داروغہ یعنی آفیسر انچارج مقرر کردیا۔ ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ سلطان سے لوگوں نے شکایت کی کہ شیخ رشوت لیتے ہیں۔ سلطان نے لوگوں کی شکایت کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ ادھر شیخ کی کوشش برابر یہ رہی کہ عدالت و انصاف سے سر سو انحراف نہ کریں اور ہر ایک کو انصاف سے نوازیں، سلطان تک شکایات پہنچنے کی پرواہ نہ کی۔ پھر مخالفین نے یہ اڑادیا کہ شیخ کے معاونین خود ان کی آنکھوں کے آگے رشوت لیتے ہیں اور شیخ کچھ نہیں کہتے۔ اپنی کوششوں کے باوجود جب شیخ نے دیکھا کہ وہ سب کو راضی نہیں رکھ سکتے تو ایک دن ناگاہ تخت عدالت سے اپنی چھڑی لئے اٹھے اور اپنے دوستوں سے کہا: ''السلام علیکم،، ! اور یہ کہتے ہوئے بارگاہ عدالت سے چل دئے کہ دو کام اکھٹے نہیں کئے جاسکتے۔ اللہ تعالی کا دھیان اور دنیاوی کاروبار کا تعلق۔

مکہ معظمہ میں: جیسا کہ قبل بیان کیا جا چکا ہے شیخ علی المتقی احمد آباد میں بہادر شاہ کے عہد میں کچھ زمانے تک قیام پذیر رہے۔ سنہ ۹۴۱ / ۱۵۳۴ میں جب گجرات کے بادشاہ کو مغل شہنشاہ ھمایوں نے شکست دی تو شیخ حرمین شریفین کے ارادے سے روانہ ہوئے اور مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کرلی۔

شیخ نجم‌الدین الغزی بیان کرتے ہیں کہ شیخ عبدالوھاب الشرآوی

نے ذکر کیا کہ وہ شیخ علی المتقی کی ملاقات سے سنہ ۱۹۳۹ / ۱۵۳۲م میں مکہ معظمہ میں مشرف ہوئے اور ان کی گفتگو ان کے درس اور ان کی تحریروں سے استفادہ کیا، لیکن جب سنہ ۹۵۲ / ۱۵۳۶ء میں حج کے لئے میں دوبارہ مکہ معظمہ پہنچا تو یہ معلوم ہوا کہ شیخ هندوستان کو واپس جا چکے ہیں ۔

ماثر الکرام* میں میر غلام علی آزاد بلگرامی رقمطراز ہیں "حضرت شیخ ۹۵۳ / ۱۵۳۶ میں حرمین شریفین تشریف لے گئے اور مکہ میں فروکش ہوئے، جلد ہی آپ کی شہرت سارے عرب و یمن شام، مصر اور عراق میں پھیل گئی۔ آپ کی پرہیز گاری، زہد و اتقاء اخلاق حسنہ اور حدیث و احکام الہی کی تعلیم و تدریس سے سارے اهل علم فیض اٹھاتے رہے۔"

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ شیخ علی المتقی اور ان کے مرید شاگرد شیخ عبدالوهاب المتقی علم و ریاضت میں اس رتبے کو پہنچے جہاں بہت کم هستیاں پہنچتی ہیں اور علم و فضل میں ایسی شہرت کے مالک ہوئے کہ ممالک عرب و افریقہ کے اکابر اهل علم ان کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کو باعث عزت و افتخار سمجھتے تھے ۔

وفات: انتقال سے پہلے آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ جب تک میرے هاتھ کا انگوٹھا حرکت کرتا رہے اسے حیات کی علامت سمجھنا، حالت وجد میں نیز مختلف قسم کی ریاضتوں کے دوران بھی شیخ کا انگوٹھا برابر متحرک رها کرتا تھا، جب وقت قریب ہوا تو بہت جلد لوگوں کو احساس ہوگیا کہ شیخ کے اعضائے مبارک میں حرکت بند ہوچکی ہے اور سانس لینے کی خفیف حرکت بھی غیر مرئی ہے۔ صرف آپکا انگوٹھا برابر حرکت میں تھا جو اخیر شب میں ساکن ہوا، اور اس طرح آپ واصل بحق ہوئے۔ تاریخ جمادی الاولی کی دوسری تھی اور سنہ ۹۷۵ ہجری مطابق ۱۵٦۷ عیسوی، اناللہ و اناالیہ راجعون۔ آپ کا سر مبارک برابر آپ کے خلیفہ شیخ عبدالوهاب کی گود میں رها۔ جب آپ

نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی تاریخ رحلت کے مادے اهل جستجو کو "قضی نحبه" (آپ نے اپنا فریضه ادا کیا) "شیخ مکه" اور "متابعة النبی" (پیغمبر کی تابعداری) جیسے مبارک الفاظ میں ملے۔ آپ کی ولادت کا سال سنه ۸۸۵ھ مطابق سنه ۱۴۸۰ تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دهلوی بیان فرماتے هیں :

"جب میں مکه میں شیخ عبدالوهاب المتقی کی خدمت میں تها شیخ علی المتقی کی قبر پر برابر حاضری دیتا تها، ایک بار لحد مبارک کے پاس ء پر عجیب کیفیت طاری هوئی اور بڑی بے صبری سے یه خواهش هونے لگ که خود حضرت اقدس سے خوش خبری ملے۔ خوش بختی سے شب کو خوا میں کیا دیکھتا هوں که آپ کے حضور میں کھڑا هوں اور آپ حرم شریف کے احاطے میں حنفی مصلی کے صدر مقام پر تخت پر رونق افروز هیں، نهایت اد و عاجزی کے ساتھ میں نے عرض کی: "میں آپ کے خلیفه شیخ عبدالوها کی خدمت میں هوں مهربانی فرما کر میری طرف خاص توجه کرنے اور خاه خیال رکھنے کی سفارش فرما دیجئے۔ پھر میں نے لحد مبارک پر جو الفاظ کہ تھے ان کو دهرایا شیخ نے به جواب دیگر سرفرازی بخشی "انشاءالله تمهار آرزو پوری هوگی، مطمئن اور خاطر جمع رهو"۔

تالیفات : شیخ کی فارسی اور عربی تالیفات سو سے متجاوز هیں ۔ آپ سب سے پہلی تالیف آپ کی ریاضت کے نتیجے میں رساله "تبیین الطرق" هے هاشمی پریس سے شائع شده اخبار الاخیار کے حاشیے پر سنه ۱۲۸۰ هجر (ص ۲۴۶) میں اس کا ذکر اسی عنوان سے هے، مگر مجتبائی پریس سنه ۱۳۳۲ کے ایڈیشن میں رسالے کا عنوان (ص ۲۰۸) "تبیین الطریق" مذکور هے۔ بظاهر کتابت کی غلطی معلوم هوتی هے شیخ عبدالحق محدث دهلوی نے ا رسالے کا نیز بعض دوسرے رسالوں کا ترجمه فارسی زبان میں کیا هے۔ یه ترج

مکاتیب و رسائل کے نام سے اخبار الاخبار کے حاشیے پر طبع ہوئے ہیں ۔ اس رسالے کو خاص اہمیت اس لئے حاصل ہے کہ الہام ربانی کے بعد لکھا گیا ہے، چند سال ہوئے اس رسالے کو عربی متن اور انگریزی ترجمے کے ساتھ یہ حقیر ادارۂ تحقیقات اسلامی کے انگریزی سہ ماہی رسالہ اسلامک اسٹڈیز میں شائع کرچکا ہے، (اسلامک اسٹڈیز ستمبر سنہ ۱۹۶۴ع صفحات ۳۳۹ - ۳۷۳) اس رسالے میں شیخ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اللہ تعالی تک پہنچانے والا طریقہ عبادت ہے جو فرائض و نوافل پر مشتمل ہے ۔ دونوں قسم کی عبادت کی پھر دو قسمیں ہیں، امتثالی اور اجتنابی، شیخ کا ارشاد ہے کہ اگرچہ اللہ تعالی کی قربت اپنی کوششوں سے حاصل کی جاسکتی ہے مگر یہ آرزو کسی مرشد و استاد کی مدد سے باسانی پوری کی جاسکتی ہے، یہ مختصر رسالہ در حقیقت آیت کریمہ ''و الذین جاھد وافینا لنھد ینھم سبلنا،، کی تفسیر ہے ۔

شیخ کا ایک دوسرا رسالہ ''التحذیر عن الوقوع فی الھلکۃ و البلیۃ لمن شرع فی علم الحقایق بلا اھلیۃ،، ہے ۔ یعنی اہلیت کے بغیر حقائق کا علم حاصل کرنے میں خطرہ ہے اور مصیبت و ہلاکت میں پڑنے کا خوف، اس لئے اس رسالے میں شیخ نے نصیحت کی ہے کہ کوئی شخص اپنے کو علم باطن سے آشنا کئے بغیر حقائق کے حصول کی کوشش نہ کرے، اوراد و وظایف نیز اہل باطن کے اشغال میں مشغول رہ کر پہلے اپنے کو تیار کرنا چاہئے کہ مبتدی کے لئے ضروری ہے کہ تصفیہ قلب کی طرف متوجہ ہو، دنیاوی جاہ و مال کی پرواہ نہ کرے، دنیاوی علایق سے پرہیز کرے، دنیا ترک کردے، پھر کسی مرشد سے رجوع کرکے اس کی ہدایات پر عمل کرنے کی کوشش کرے ۔

شیخ نے اس رسالے میں بعض کتابوں کے پڑھنے اور بعض سے روگردانی کرنے کی ہدایت کی ہے، چنانچہ امام غزالی کی احیاء العلوم کے بعض ابواب معراج السالکین، منقذ من الضلال وغیرہ نیز ابن الجوزی کی تلبیس ابلیس، ابن العربی کی فتوحات مکیہ اور دوسری تالیفات، اسی طرح عفیف التلمسانی ابو اسحاق

التجیبی اور التستری کی کتابوں، سہروردی کی کتاب اور ابو طالب مکی کی قوت القلوب کے بعض ابواب سے احتراز کرنے کا حکم دیا ہے۔

اس رسالے کو اولین بار عربی متن اور انگریزی ترجمہ کے ساتھ اس حقیر نے Muhammad Shahidullah Felicitation Volume محمد شہید اللہ فیلیسیٹشن والیم، ایسیاٹک سوسائٹی آف پاکستان ڈھاکہ، میں شایع کیا۔

شیخ کی چونتیس تالیفات کا ذکر اسلامک اسٹڈیز کے مضمون کے آخر میں کیا گیا ہے، شیخ نے جا بجا اپنی تالیف ''حکم کبیر،، کا ذکر خاص طور پر کیا ہے اس کتاب میں ان کا بیان ہے کہ تصوف کی کتابوں کا خلاصہ درج ہے اور راہ سلوک کے دشوار مسائل کو حل کرنا اس سے باسانی ممکن ہے، افسوس کہ اس کے نسخے کا پتہ اب تک نہیں مل سکا۔

شیخ کی مایہ ناز تالیف کنز العمال ہے جو آٹھ اجزاء میں حیدرآباد سے شائع ہوچکی ہے، درحقیقت یہ احادیث نبوی کا دائرۃ المعارف ہے اور اس کا پورا نام ''کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال،، ہے اس کتاب میں شیخ نے علامہ جلال الدین سیوطی کے مجموعہ حدیث جمع الجوامع کی فقہی نہج پر تبویب کی ہے، ساتھ ھی سیوطی کی جامع الصغیر و زوائدہ کو شامل کرلیا ہے اور اس طرح سے قولی اور فعلی حدیثوں کا یہ مجموعہ تیار کیا گیا ہے۔

شیخ کی اکثر و بیشتر تالیفات یورپ، ھند، مصر اور عرب ممالک کے کتب خانوں میں دستیاب ھیں جن میں سے اکثر مخطوطات کی نشاندھی اسلامک اسٹڈیز کے مقالے میں کردی گئی ہے۔ شیخ نے صحیح معنوں میں احادیث نبوی کے مطابق عمل کرنے کو اصل تصوف سمجھا اور سب کو اسی کی تلقین اپنی تحریروں کے ذریعہ ہمیشہ کرتے رہے، یہ ایک ایسی مخلصانہ کوشش و دعوت ہے جو تعصب و تنگ خیالی سے بری ہے۔